سورۃ ھود کی آیت ۱۱۴ تا ۱۲۴ کی تفسیر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۸۴ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ھود کی حضور نے درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ
النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ
ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ
يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۷﴾
وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ
مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ
كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ
وَجَآءَكَ فِىْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ (ھود: ۱۱۴-۱۲۴)

پھر فرمایا:

قرآن کریم کی جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے اگر چہ یہ تلاوت جمعہ کے لئے جو وقت مقرر ہوتا ہے اندازاً اسکی نسبت ذرا زیادہ ہے لیکن مجبوری یہ درپیش ہے کہ اس میں ایک مکمل مضمون ہے جو اوّل سے آخر تک مربوط چلتا ہے اور کسی جگہ بھی اس تلاوت کو اس سے پہلے جو میں نے ختم کیا ہے اگر ختم کیا جاتا تو وہ بات مکمل نہ ہوسکتی اس لئے جہاں تک باریک تفسیری پہلو ہیں ان کو چھوڑتے ہوئے نسبتاً اس مضمون سے تعلق رکھنے والی بنیادی باتوں کو لیتے ہوئے میں ان آیات پر کچھ روشنی ڈالتا ہوں۔ سب سے پہلے تو خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

کہ وہ لوگ جو ظلم کرنے والے ہیں ان کی طرف کسی پہلو سے بھی جھکو نہیں اور ان سے پناہ لینے کا خیال دل سے نکال دو۔ رکــن کہتے ہیں اس ستون کو جو مضبوطی سے ایک جگہ قائم ہو اور اس پر سہارا لینے کو رَكَنَ کہتے ہیں، اس نے سہارا لیا رَكَنَ يَرْكَنُ سہارا لیا یا سہارا لیتا ہے۔ تو فرمایا جو لوگ تم پر ظلم کرنے والے ہیں ان سے کسی قسم کی بھی امید نہیں رکھنی اور کوئی سہارا ان پر نہیں لینا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ تمہیں بجائے اس کے کہ ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تمہیں آگ کا عذاب پکڑ لے گا۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ اور تمہارے لئے خدا کے سوا اور کوئی ولی نہیں ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ اگر اس ولی کو چھوڑ کر تم کسی اور کی طرف جھکو گے تو لَا تُنْصَرُوْنَ کہیں سے کسی طرف سے بھی تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ یہ ایک بہت ہی اہم بنیادی نکتہ ہے جسے مومن کو سمجھنا چاہئے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب خدا کے نام پر کسی مومن کو تکلیف دی جاتی ہے تو غیر اللہ سے مدد کی

ہر امید اٹھ جایا کرتی ہے اور وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ میں یہی نقشہ کھینچا گیا ہے کہ تم تو ایسی حالت میں آ چکے ہو کہ باقی ساری کشتیاں تمہاری جل گئیں ہیں، ساری راہیں تم نے اپنے اوپر بند کر دی ہیں کیونکہ دنیا والے تو کسی نہ کسی قدرِ مشترک کسی بنا پر مدد کیا کرتے ہیں، دنیا والے تو سودوں کے نتیجے میں مدد کیا کرتے ہیں، کچھ اپنے اصول چھوڑنے پڑتے ہیں اور کچھ ان کے اپنانے پڑتے ہیں لیکن ایک ایسی جماعت جو کلیۃً اللہ کی ہو چکی ہو اور اصول میں ایک ذرہ برابر بھی نرمی کے لئے تیار نہ ہو، جس کو خریدا نہ جا سکتا ہو، جس کو اپنے مقاصد کے لئے ان کے اصولوں کے خلاف استعمال نہ کیا جا سکتا ہو ان کی حالت تو یہ ہے کہ گویا ان کے لئے مدد کے سارے راستے ویسے ہی بند ہو چکے ہیں اور چونکہ یہ محض اللہ کی خاطر ہے اس لئے تمہارے لئے خدا کے سوا اور کوئی ولی نہیں اور اگر ایک دفعہ خدا کو ولی بنا کر اور دنیا کو اللہ کی وجہ سے دشمن بنا کر تم دنیا کی طرف جھکنے کی کوشش کرو گے تو تمہیں آگ ملے گی۔ آگ سے مراد یہاں جہنم کے سوا دنیا میں ناکامی اور حسرتوں کی آگ ہے۔ تم جتنی کوشش کرو گے تمہیں ہر طرف سے مایوسی اور حسرت کی آگ پہنچے گی اور تمہیں تسکین کے لئے کوئی چیز میسر نہیں آسکے گی اسلئے فرماتا ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ یاد رکھو اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں رہا۔ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ خدا کے سوا تم کسی سے مدد نہیں کئے جاؤ گے۔

یہاں مرتدین کا بھی ذکر آ گیا وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا میں اس خیال سے کہ ہم ان کے عذاب سے بچ جائیں خدا کے دشمنوں کی طرف جھک جانے کا معنی یہ بھی ہے کہ ارتداد اختیار کر لو، ان کے ساتھ جا ملو۔ فرمایا اس صورت میں بھی امر واقعہ یہ ہے کہ تمہارا کوئی حقیقی مددگار نہیں بن سکتا خدا کے سوا اور اللہ سے جب وہ آگ دینے کا کسی کو فیصلہ کرے تو دنیا کی کوئی قوم کسی کو خدا کے سوا بچا نہیں سکتی لَا تُنْصَرُوْنَ مراد یہاں یہ ہوگی۔

یہ تو ہے منفی حصہ کیا نہیں کرنا، اب کرنا کیا ہے۔ کوئی عمل کی تعلیم بھی تو ہونی چاہئے فرماتا ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ عبادت کرو، نمازوں کو قائم کرو دن کے دونوں طرف میں بھی اور رات کے ایک حصہ میں بھی اور رات کے آخری حصے یعنی ایک کنارے پر بھی۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ یاد رکھو حسنات برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں۔ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ اس بات میں ایک بہت بڑی نصیحت ہے نصیحت پانے والوں کے لئے اور

نصیحت کرنے والوں کے لئے۔

اب بات تو یہ بظاہر بڑی عجیب لگتی ہے اور دشمن ہمیشہ اس بات پہ تعجب بھی کیا کرتا ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ تمہارا لائحہ عمل کیا ہے، تم مقابل پر کیا تدبیر کر رہے ہو؟ تو تم لوگ آگے سے کہہ دیتے ہو کہ ہم تو دعا کرتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور سننے والا بڑے تعجب سے دیکھتا ہے کہ بڑی بیوقوف قوم ہے، بڑے جاہل لوگ ہیں؟ دنیا ہر قسم کی تدبیریں کر رہی ہے، ہر قسم کے دکھ پہنچانے کے سامان کر رہی ہے اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہے اور یہ عجیب جاہلوں کی قوم ہے جب ہم ان سے کہتے ہیں کچھ ہاتھ ہلاؤ، کچھ جواباً کاروائی کرو جواب یہ دیتے ہیں کہ ہم تو عبادت کر رہے ہیں اور یہ یہی حالت قرآن کریم بھی پیش کر رہا ہے۔ فرماتا ہے اس کا حل یہ ہے ان سارے مصائب کا ان ساری مصیبتوں کا وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ اپنے دن کو بھی عبادتوں سے گھیر لو طَرَفَیِ النَّهَارِ کا مطلب ہے گھیر لو، سارے دن پر تمہاری عبادتیں پھیل جائیں وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اور رات کا ایک حصہ بھی عبادت سے زندہ کرو۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ اور یہ قانون یاد رکھو کہ ہمیشہ حسن بدیوں کو کھا جایا کرتا ہے۔

یہاں جو یہ فرمایا کہ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ اس میں کون سی نصیحت ہے؟ یہ تو سب کو پتہ ہے کہ دن کے بعد رات آتی ہے اور رات کے بعد دن آتا ہے اور یہی قانون ہے یہی ہمیشہ سے انسان دیکھتا چلا آیا ہے اس میں خاص نصیحت کون سی ہے ۔ اس نصیحت کی کنجی اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ میں ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ یہ اتفاقی باتیں ہیں، اندھیرا کبھی دن کو کھا جاتا ہے اور کبھی دن اندھیرے کو کھا جاتا ہے۔ فرمایا غور کرو اندھیرے کی تو کوئی حقیقت نہیں ۔ یہ ہمیشہ روشنی ہوتی ہے جو تاریکی کو کھایا کرتی ہے اور روشنی کے نہ ہونے کا نام اندھیرا ہے اس لئے یہ نہ سمجھو کہ یہ اتفاقی حادثات ہیں اسی طرح چلتا چلا آرہا ہے کبھی اس کی باری اور کبھی اس کی باری ان معنوں میں نہیں ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب نیکیاں اٹھ جاتی ہیں تو ان کے نہ ہونے کا نام تاریکی ہے اور جب نیکیاں واپس آجاتی ہیں تو تاریکی کے لئے بھاگنا مقدر ہے اس کے سوا تاریکی کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتی روشنی کا۔ تو فرمایا اپنے وجود کو روشنی سے بھر دو کیونکہ تمہارے مقابل پر تاریکی ہے اور روشنی عبادت الٰہی سے نصیب ہوتی ہے۔ فرمایا اپنے دن بھی روشن کرو گے اور اپنی راتیں بھی

روشن تر کر دو اور پھر دیکھو کے تمہارے مقابل کی ساری تاریکیاں زائل ہو جائیں گی۔

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ لیکن اس کے لئے صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے راتیں ٹلتی ہیں لیکن فرماتا ہے کہ بعض دفعہ راتیں بڑی بوجھل بھی ہو جایا کرتی ہیں اور روشنی آتی تو ہے اور اندھیرے کو نور میں بدل دیتی ہے لیکن جو لوگ دکھوں سے گزر رہے ہوتے ہیں ان کے لئے لمحہ لمحہ ایک عمر لگتا ہے گزر گئی اس لئے ساتھ صبر کی تعلیم ساتھ دی۔ کیونکہ قرآن کریم تو Slognism پیدا نہیں کرتا محض یہ دعویٰ کر کے کہ تم جیتو گے تم جیت گئے۔ تم روشنی ہو اور دشمن اندھیرا ہے یہ باتیں کر کے قرآن کریم تسلیاں دے کر چھوڑ تا نہیں ہے بلکہ جس لائحہ عمل کے اوپر داخل کرتا ہے انسان کو اس لائحہ عمل کے خطرات سے بھی آگاہ فرماتا ہے۔ فرماتا ہے کہنے کو تو آسان بات ہے، صبح ہوئی اور رات ٹل گئی لیکن جنہوں نے دکھوں کی رات کاٹی ہو ان کو علم ہوتا ہے کہ کتنی مصیبتوں کے بعد، کتنے انتظار کے بعد وہ صبح طلوع ہوئی تھی جس کے لئے وہ آنکھیں لگائے بیٹھے تھے۔ فرمایا وَاصْبِرْ صبر ضرور تمہیں کرنا پڑے گا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ لیکن یہ یقین رکھو کہ حسن پیدا کرنے والوں کے اجر کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کیا کرتا۔

محسن سے مراد نیک اعمال کرنے والا بھی ہے۔ محسن سے مراد تمام سوسائٹی میں تمام معاشرہ میں حسن بکھیرنے والا بھی ہے اور محسن سے مراد عبادت کو اتنے خوبصورت رنگ میں ادا کرنے والا بھی ہے کہ اللہ کی نگاہیں اس پر پڑ رہی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے محسن کی ایک یہ بھی تعریف فرمائی کہ اس طرح عبادت کرو۔ احسان کیا ہے؟ اس طرح عبادت کرنا جیسے تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور پھر خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان) ایسی خوبصورت ہو جائے تمہاری عبادت کہ اللہ کے پیار کی نگاہیں پڑنے لگیں۔ فرمایا ایسی صورت میں تمہیں کیسے نقصان پہنچ سکتا ہے؟ تم تو خدا کی آنکھوں کے سامنے رہو گے دن کو بھی خدا کی نگاہوں کے سامنے رہو گے اور راتوں کو بھی خدا کی نگاہوں کے سامنے رہو گے اس لئے وہم وگمان بھی دل میں نہ لا نا کہ تم ناکام ہو گے۔ یہ تو مومنوں سے خطاب ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے ان لوگوں کے متعلق جو ظلم کرنے والے ہیں جو اپنے مقدر بگاڑ لیتے ہیں اپنے ہاتھوں سے فرماتا ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ

کاش ایسا کیوں نہ ہوا کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے جو بستیاں آئیں ان میں صاحب عقل لوگ ہوتے ۔عقل و دانش سے کام لیتے ، وہ دنیا کے اوپر نظر ڈال کر اسکے تجارب سے فائدہ اٹھانے والے ہوتے اور فساد سے روکنے والے بن جاتے ۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ مگر ایسے لوگ بہت تھوڑے تھے اور ان کو ہم نے ان لوگوں کے ساتھ نجات عطا کر دی جن کو ہم نے نجات بخشی ہی تھی یعنی مومن ۔

یہاں فساد کے روکنے والوں سے مراد ظالموں کی قوم میں سے صاحب عقل لوگ مراد ہیں ۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جن کو ہم نے نجات بخشی یعنی مومنین ان میں تھوڑے سے وہ بھی شامل تھے، ایسا تو ہوتا رہا لیکن قوم کی اکثریت نے فساد سے روکنے کا کام نہیں کیا۔ اس میں ایک بہت بڑی گہری حکمت کی بات ہے اور وہ یہ کہ جب ظلم شروع ہو جائے کسی قوم کی طرف سے تو خدا تعالیٰ چونکہ متنبہ کر چکا ہے کہ ان کی ہلاکت کے دن پھر آیا کرتے ہیں ۔ اس وقت یہ عذر پھر خدا کے سامنے پیش نہیں ہوا کرتا کہ اے خدا! ہم تو ظلم کرنے والے نہیں تھے، ہم تو پسند نہیں کرتے تھے اس بات کو۔ فرمایا تمہاری ذمہ داری ادا نہیں ہوئی تم ان لوگوں میں سے کیوں نہیں ہوئے جنہوں نے فساد کو روکا ؟ جب تم ظلم اور فساد کو دیکھتے ہو اگر تم نے اس کو روکنے کی کوشش نہیں کی تو تمہاری ذمہ داری ادا نہیں ہوتی اس لئے جب پکڑ کا وقت آتا ہے تو ایسے لوگ بھی ساتھ مارے جاتے ہیں ۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے پھر کہ جی ہم تو شریف لوگ تھے ہم نے تو حصہ ہی نہیں لیا اور جب پکڑ کے وقت آتے ہیں تو ہر سطح پر یہی ہوتا ہے، کچھ لوگ جرم کر رہے ہوتے ہیں، کچھ خاموشی سے ان کا تماشا دیکھ رہے ہوتے ہیں، کچھ باہر کھڑے داد دے رہے ہوتے ہیں ۔ جب سزا ملنے لگتی ہے تو کہتے ہیں جی ہم تو نہیں شریک اس نے مارا تھا میں نے تو نہیں مارا تھا اور بعض فرقے بھی پھر ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جی فلاں فرقے والے تھے ہم تو نہیں تھے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے قانون ہی وہ رکھ دیا بچنے کا جس میں منہ کی باتیں کام نہیں آسکتیں ۔ جس میں اتنا کردار ہے، اتنی مردانگی ہے، اتنی شرافت ہے کہ وہ بدی کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتا اور اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو منہ سے کم سے کم اس کے خلاف اعلان کرنا

شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ظلم ہے یہ غلط ہے تو یَنْھَوْنَ سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو طاقت بھی ضروری ہے۔ فرماتا ہے اگر وہ منہ سے ہی کہنا شروع کر دیں کہ ہے ظلم اور یہ مناسب نہیں ہے یہ نہیں ہونا چاہئے تو اس کے نتیجہ میں بھی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان لوگوں کے ساتھ بخش دیا کرتا ہے اور نجات دیتا ہے جن کو نجات دینے کا اس نے پہلے سے فیصلہ کیا ہوا ہے۔

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ اور وہ لوگ جو ظالم ہیں، یہ تو شرفا کا حال ہے قوم کا کہ خاموش رہے اور روکا نہیں اور جو ظالم ہیں جو خدا نے ان کو نعمتیں، آسائشیں دی ہوئیں تھیں ان میں وہ ڈوبتے چلے گئے۔ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ اور وہ مجرم تھے۔ اس حالت میں انہوں نے ہماری نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی کہ ان کا حق نہیں تھا۔ مجرم کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں پیدا نہیں کیں۔ جب خدا کی نعمتوں کو کوئی بگاڑتا ہے اور جرم کرتا چلا جاتا ہے تو اس کا استحقاق ختم ہو جاتا ہے۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ظلم کی راہ سے ہلاک نہیں کیا کرتا وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ. یہاں تعریف فرمائی ایک اور جو عام دنیا والے اپنے لئے کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں ان سے مختلف ہے۔ یہ پہلی آیت کی روشنی میں تعریف کی گئی ہے سنو کہ روکنے والے ظلم کو اور شقاوت قلبی کو ختم کرنے والے یہ مصلحین ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے پہلے بھی اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ (البقرہ:۱۲)

وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ ہم تو زبردستی روک رہے ہیں فتنہ پردازی سے ہم تو زبردستی لوگوں کے ایمان ٹھیک کر رہے ہیں، مار مار کر ان کے کلمے درست کرا رہے ہیں، مار مار کر ان کو نمازیں پڑھوا رہے ہیں۔ ہمیں کہتے ہو کہ ہم فسادی ہیں! فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ (البقرہ:۱۴)

بیوقوفو! سنو تم ہی فسادی ہو، اللہ جانتا ہے کہ تم فسادی ہو۔ یہاں اس کی مزید تشریح فرمادی

کہ جب دنیا میں دکھ دیئے جاتے ہیں، ناجائز ظلم کئے جاتے ہیں خدا کے نام پر ہر قسم کے ستم ڈھائے جاتے ہیں اس وقت جو منہ سے بھی نہیں روکتا وہ فسادی ہے اور مصلحین وہی لوگ ہیں جو ظلم کی حالت میں جب بستیوں پر ظلم ہو رہے ہوں اس وقت وہ پھر اصلاح کی کوشش کیا کرتے ہیں۔تو بڑا کھول دیا ہے مضمون تا کہ کسی کو غلط فہمی نہ رہے۔

فرماتا ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم ایک امت بنانے کے لئے زبردستی کر رہے ہیں، ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے فتنوں کی جڑیں کاٹ رہے ہیں تو فرمایا یہ تو اللہ کا کام ہے یہ تمہارا کام نہیں۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً تم کون ہوتے ہو امت واحدہ بنانے والے؟ اگر اللہ چاہتا تو سارے بنی نوع انسان کو ایک امت بنا دیتا۔کیا تمہارے ڈنڈے کا انتظار کر رہا ہے خدا تعالیٰ کہ تم ڈنڈے ہاتھ میں پکڑو تو خدا کی امت واحدہ بن جائے دنیا؟ فرماتا ہے وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ جتنا مرضی زور لگا لیں ان کے اختلاف دور نہیں ہو سکتے کبھی کیونکہ جب تک خدا فیصلہ نہ کرے کہ ایک امت واحدہ بن جائے اس وقت تک یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان اپنے اختلاف دور کر لے۔دوسروں کو مارو گے کہ ہمارے اندر ملو اور امت واحدہ بنو ورنہ ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں جبکہ خود تمہارے اندر فتنے پھوٹ رہے ہوں گے، تم خود ایک دوسرے کے گھروں کو آگیں لگا رہے ہوگے، خود ایک دوسرے کی مسجدیں جلا رہے ہوگے، وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ تمہارا تو مقدر ہی یہ ہے، تم خدا سے دور جا پڑے ہو، تم مصلحین نہیں رہے، تم فساد کی باتیں کرتے ہو۔فساد تمہاری جزا ہے اور خدا یہ اعلان کر رہا ہے وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ تمہارے اختلاف کبھی ختم نہیں ہو سکتے آپس میں اب۔تم نے جھوٹ بول کر خدا کے نام پر اختلاف دور کرنے کا بہانہ بنا کر ظلم کی راہ اختیار کی ہے تمہاری سزا یہ مقدر کی گئی ہے وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ کیسا عظیم کلام ہے! کسی باریک پہلو کو چھوڑتا نہیں اور جو پیشگوئی کرتا ہے بعینہٖ پوری ہوتی چلی جاتی ہے۔کسی کا بس ہی نہیں کہ اس پیشگوئی کو ٹال سکے۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ فرماتا ہے ہاں وہ لوگ جن پر خدا رحم کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے وہ ایک ہوا کرتے ہیں۔جن کو تیرا رب اے محمد! ﷺ ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنے کا فیصلہ کر لے وہ ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں اور ان کے اندر پھر تو کوئی اختلاف نہیں دیکھے گا۔جن پر خدا نے رحم کیا

ہو وہ غیر کے مقابل پر شدید ہو جایا کرتے ہیں رَّحِمَ رَبُّكَ کی تفصیل دوسری جگہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کیا کرتا ہے؟ فرماتا ہے وہ خود رحیم ہو جاتے ہیں۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (محمد:۳۰)

یعنی غیروں کے مقابل پر سخت ہو جاتے ہیں ان کے اندر کوئی اختلاف نہیں رہتا رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ایک دوسرے سے نہ صرف مل جاتے ہیں بلکہ بے انتہا رحم کرنے والے ہو جاتے ہیں ایک دوسرے پر، دور ممالک میں کہیں کسی کو دکھ پہنچتا ہے تو نہ ان کا قومی رشتہ نہ ان کو کوئی اور قرب نصیب دور بیٹھے ایسے لوگوں کے لئے رونے لگتے ہیں جن کو انہوں نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہوتا۔

چنانچہ مجھے یاد ہے جب 74ء کے بعد امریکہ کے نیشنل پریزیڈنٹ مظفر احمد ظفر ان کا نام ہے وہ امریکن نیشنل ہیں وہ جب 74ء کے دو سال بعد ربوہ تشریف لائے اور جلسہ کے بعد ان سے کہا گیا کہ جلسہ کی آخری رات تھی غالباً کہ چند منٹ کے لئے آپ خطاب کریں احباب سے بتائیں کہ آپ کے کیا تاثرات ہیں تو ان کے تاثرات کیا تھے وہ تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، سارا بدن ان کا سسکیوں سے کانپ رہا تھا اور بات منہ سے نکلتی نہیں تھی، بڑی مشکل سے ٹکڑوں میں انہوں نے یہ کہا کہ میرے تاثرات کیا ہیں 74ء میں جو حال ہمارا ہوا تھا تم لوگوں کی خاطر تمہیں کیا پتہ کیسے سخت دن ہم نے کاٹے ہیں تمہارے لئے دکھوں میں اور آج خدا کے شکر سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں کہ آپ سب کا چہرہ میں دیکھ رہا ہوں کتنا اطمینان ہے، کتنا سکون ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر مصیبت سے آپ کو نجات بخشی ہے۔ تو یہ ہے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ہاں ایک وہ ہوا کرتے ہیں جن پر خدا آسمان سے رحم فرماتا ہے، جن کے ایک ہونے کا فیصلہ کرلیا کرتا ہے اور وہ کیسے ہوتے ہیں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۳۰) وہ ایک دوسرے پر بے حد رحیم و کریم ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے گھروں کو آگیں نہیں لگایا کرتے، ایک دوسرے کی مسجدیں نہیں جلایا کرتے، ایک دوسرے کی عورتوں کی بے حرمتی نہیں کیا کرتے اور سروں کی چادریں نہیں اتارتے وہ تو سروں پر چادریں ڈالنے والے لوگ ہیں۔ یہ امتِ واحدہ ہے جو خدا کے فضل سے بنا کرتی ہے۔ تم کس امتِ واحدہ کی باتیں کر رہے ہو وہ جو نفرتوں کا شکار ہیں آپس میں؟ جس کی ساری زندگی ایک دوسرے کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتی ہے؟ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ فرمایا یہ ہے تخلیق کا مقصد۔ ایسی قوم پیدا ہونا جن کے اندر

بے انتہا پیار ہو آپس میں بے حد محبتیں ہوں، ایثار ہوں، قربانیاں ہوں، خدا کے نام پر وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں، ایک دوسرے کے لئے فدا ہوتے ہوں، ایک دوسرے کے غم میں آنسو بہاتے ہوں فرماتا ہے وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ دیکھو میری تخلیق کا مقصد پورا ہو گیا۔ جب یہ لوگ دنیا میں آئے تب میں کہتا ہوں وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اس لئے خدا نے پیدا کیا تھا اس کائنات کو کہ ایسے لوگ وجود میں آئیں۔ لیکن افسوس کہ اکثریت ویسی نہیں ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ حسرت کا مقام یہ ہے کہ اس مقصود کو بھلا کر باوجود اس کے کہ پیدائش کا مقصد یہ تھا کہ ایسے رحیم بندے خدا کے پیدا ہوں پھر بھی اکثریت ایسی ہے جو جہنم کا ایندھن بننے والی ہے اور ان میں بڑے لوگ بھی اور ان میں چھوٹے لوگ بھی ہیں۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ اے محمد ﷺ اس طرح ہم تجھے انبیاء کی باتیں سناتے ہیں مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ تاکہ غموں اور دکھوں کے وقت میں تمہارے دل کو ڈھارس ملے، تمہیں سہارا ملے۔ یہ وہ راتوں کے قصے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ پیار اور محبت میں کیا کرتا تھا جس طرح دکھوں کی راتوں میں مائیں سہارا دیتی ہیں بچوں کو کوئی بات نہیں ابھی دن آنے والا ہے، صبح ہو جائے گی، فکر نہ کرو، تسلی رکھو، اس طرح ہی ہمارا رب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو تسلیاں دیتا تھا اور یہ انداز ہے تسلی کا۔ ساتھ ساتھ پرانے لوگوں کی باتیں۔ کس طرح قومیں مخالفتوں میں ہلاک ہوئیں؟ کس طرح دکھوں سے لوگ گزرے اور خدا کے رحم کی علامت کیا ہے؟ کس طرح مخالفین آپس میں ہی ایک دوسرے سے لڑتے اور ایک دوسرے کے خلاف حسد کی آگ میں جلتے ہیں؟ کس طرح مومنین کا حال ہے کہ وہ ایک دوسرے کے غم میں ایک دوسرے کے دکھ کیلئے اپنی جان پر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ فرمایا اور آخر پر یہی جیتا کرتے ہیں۔ یہ ہمارا انداز تسلی دیکھو کس طرح ہم تجھے پیار سے باتیں سکھا کر تمہارے لئے ڈھارس دیتے ہیں، تمہیں سہارا دیتے ہیں کہ تسلی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے پیار کی باتیں سنتے ہوئے یقین کی حالت میں ان دکھوں کے وقت سے گزر جاؤ۔

وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

فرمایا تیرے مضبوط ہونے کے ساتھ مومن مضبوط ہوتے ہیں۔ تیرا ایک دل تقویت نہیں پاتا بلکہ تیرا وہ دل ہے جس میں سارے مومنین کے دل دھڑک رہے ہیں۔ جب ہم تیرے دل کو ڈھارس دیتے ہیں

تو مومنوں کے دل ڈھارس پا جاتے ہیں الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ ہم نے حق اور موعظہ اس کتاب میں بھیجی ہے وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ کہ مومنوں کے لئے اس میں بہت عظیم الشان کلام ہے۔ وہ پڑھتے ہیں، سنتے ہیں اور ان کے دلوں کو تقویت مل جاتی ہے۔ یہ درمیانی خطاب مومنوں سے ہے پھر یعنی ظلم والوں کا بیان کرنے کے بعد پھر مومنوں کی طرف اللہ تعالیٰ واپس آیا اور اب مومنوں سے مخاطب کر کے کہتا ہے ہم نے جو تجھ سے باتیں کی ہیں ہم تو تمہیں ایسی تقدیریں بتا چکے ہیں جو بدلا نہیں کرتیں اٹل ہیں۔ اب تم ہماری طرف سے اس مقام پر فائز ہو کہ کھل کر یقین کے ساتھ دشمن کو مخاطب کر کے یہ باتیں کہو۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اے محمد ﷺ! اب تو کھڑا ہو جا اور ہم نے جو تجھے ڈھارس دی ہے، ہم نے تجھے جو یقین دلایا ہے اس برتے پر یہ جانتے ہوئے کہ تیری پشت پر تیرا خدا کھڑا ہے اور کائنات کا خدا کھڑا ہے تو اعلان کر دے، ان سے کہہ دے اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اب جو چاہتے ہو تم کر لو اِنَّا عٰمِلُوْنَ ہم بھی وہ کریں گے جس کا خدا نے ہمیں حکم دیا ہے۔ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اور اب تو وہ بات آ گئی ہے کہ زبان کی باتیں ختم ہو چکی ہیں، تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کریں گے۔ تم سے تمہارے شیاطین کچھ باتیں کرتے ہیں، تمہیں جھوٹے وعدے دیتے ہیں، تمہیں فساد پر ابھارتے ہیں، تم اس کے مطابق عمل کرو۔ ہم سے ہمارا خدا کچھ باتیں کرتا ہے، کچھ طریق ہمیں بتاتا ہے، وہ ہم نے اس سے سیکھنی ہیں اب ہم ان پر عمل کریں گے اور دونوں انتظار کریں گے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کے لئے آسمان اور زمین کے غیب ہیں وہی جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ انتظار کے جواب میں کیا ہوگا یہ بتا رہا ہے اللہ تعالیٰ کہ تم بھی بندے ہو تمہارے مقابل بھی بندے ہیں لیکن ان کو یہ بتانے والا کوئی نہیں کہ ان کا انجام کیا ہے لیکن تمہیں بتانے والا تمہارا رب موجود ہے کیونکہ وہ غیب کو جانتا ہے اور اسی کی طرف ہر امر لوٹتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام حکومت، تمام قوت، ہر فیصلہ خدا کی مرضی سے ہوا کرتا ہے تو فرمایا جس کے ہاتھ میں غیب ہے اسی کے

ہاتھ میں قوت بھی ہے، اسی کے ہاتھ میں طاقت کے سب سرچشمے ہیں اس لئے تمہیں کس بات کا خوف ہے۔ توان کا غیب تو ظلم اور تباہی سے بھر سکتا ہے تمہارا غیب تو بہر حال روشن رہے گا۔ تمہارے لئے جو ظلم آنا تھا ان کی طرف سے آچکا اب تو دن کا تم انتظار کرو اور خدا ان کے دنوں کو راتوں میں بدلنے والا ہے یہ یقین رکھو فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ پھر وہی خلاصہ نکالا۔ دیکھئے کس طرح یہ سارا مضمون سمٹ کر پھر آخر عبادت پہ جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

فرمایا خلاصہ کلام یہ ہے بات لمبی کیا کی جائے مختصراً یہی ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ایک کام کی بات یہ ہے کہ عبادت کر اور اللہ پر توکل رکھ۔ عبادت کرنے والے دنیا میں کبھی ہارا نہیں کرتے اور عبادت کرنے والوں کو خدا کبھی چھوڑا نہیں کرتا۔ توکل کا مطلب یہ ہے یقین رکھو کہ کبھی خدا نے کائنات میں اپنے عبادت کرنے والوں کو ضائع نہیں فرمایا۔ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۴﴾ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ ان باتوں سے غافل نہیں ہے۔ تم لوگ سمجھتے ہو کہ اتنی دیر ہو گئی روتے ہوئے گڑ گڑاتے ہوئے اب کب جواب آئیں گے ہماری سجدہ گاہوں کے آنسوؤں کے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے توکل رکھو حوصلے نہ ہارو۔ کیوں یقین نہیں کرتے، کیوں نہیں جانتے کہ جب تم سو رہے ہوتے ہو اس وقت بھی تمہارا خدا تمہارے لئے جاگ رہا ہوتا ہے وہ تو کسی حالت سے بھی غافل نہیں اس لئے تم تو خدا کی آنکھوں کے سامنے بسنے والی قوم ہو تمہیں کس بات کا خوف ہے؟ جو خدا کے رحم سے اوجھل رہ کر، خدا کی نظر سے اوجھل رہ کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں ان کے لئے خوف ہو سکتا ہے غیب میں لیکن تمہارا غیب یقینی ہے۔ لازماً تمہارے حق میں پردہ غیب سے ایسی ایسی نعمتیں نازل ہوں گی، ایسی ایسی نصرتوں کے سامان ہوں گے جن کا تصور بھی تم نہیں کر سکتے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

چند دن ہوئے ربوہ سے اطلاع آئی تھی کہ حضرت سیدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک اولاد میں سے، مبشر اولاد میں سے آخری بیٹی ہیں جو زندہ ہیں ان کی طبیعت اچھی نہیں ہے اور مجھ سے اجازت لی تھی کہ ان کو لاہور منتقل کیا جائے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ فوری طور پر لاہور جانا چاہئے۔ چند دن ہوئے ہیں لاہور سے یہ اطلاعیں مل رہی تھیں کہ ڈاکٹر تحقیق

کر رہے ہیں اور کافی تشویش کی صورت ہے۔ بظاہر تو اس وقت فوری خطرہ کوئی نہیں ہے لیکن جس بیماری کی تشخیص ہوئی ہے اس سے ڈاکٹر بہت متفکر ہیں اور اس وقت یہ سوچ رہے ہیں کہ آپریشن ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے۔

تو احباب جماعت خاص طور پر بڑے الحاح سے دعا میں یاد رکھیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس حد تک بھی ہو سکے ہمارے اندر آپ کی اولاد میں سے جو مبشر اولاد ہے اس میں سے نشانیاں باقی رہیں اور رہیں بھی تو امن کی حالت میں، خیر وخوبی کے ساتھ، خوشیوں کے ساتھ، دکھوں کے ساتھ نہیں۔ تو یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جہاں تک بھی تقدیر ٹل سکتی ہے اللہ تعالیٰ ٹال دے اور حضرت سیدہ موصوفہ کو صحت و عافیت کے ساتھ، خوشیوں کے ساتھ برکتوں والی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔